رجسٹرڈ انگلینڈ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... پ
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ ۳ر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن
ہفتہ وار
مملکت
ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ایل ایل بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... پ
سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ ۲ر

۳۹

نمبر (۳۰) | ۸ر جنوری ۱۹۴۴ء شنبہ | ۱۱ر محرم ۱۳۶۳ھ | ۵ر اسفندار ۱۳۵۳ف | جلد ۳

ہندوستان کی مشترکہ زبان

حیدرآباد نے اردو کو جنم دیا

مسٹر بی آر چاری ایڈیٹر دکن کرانیکل کی نشری تقریر

مسٹر چاری ایڈیٹر دکن کرانیکل نے ... حیدرآباد سے ہندوستان کی مشترکہ زبان پر ایک تقریر نشر کی۔ انگریزی تقریر کی جس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اس موضوع سے دو قضیات پیدا ہوتی ہیں اولاً کیا ہندوستان کے لئے قومی زبان ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کیا یہ ممکن ہے؟ اس میں ایک اہم تر سوال یہ مضمر ہے کہ کیا ہندوستان ایک قوم ہے یا اس کو ایک قوم بننے کی کوشش کرنی چاہئے؟ ایک قومی زبان ایک قوم کو مستلزم ہے خواہ وہ پہلے ہی سے موجود ہو یا اس کا وجود و تشکیل خواہش ہو قابل حل ہو۔ اگر ہندوستان کو ایک قوم بننا نہیں ہے تو ایک قومی زبان کے ذریعہ اس کے شیرازہ کو متحد و مستحکم کرنے کا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر ہندوستان کو متحد رہنا ہو تو قوم کی حیثیت بننا ہے تو اس کے لئے ایک قومی زبان کی ضرورت ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو لوگ ہندوستان کے لئے ایک قومی زبان چاہتے ہیں وہ ہندوستان کی قومیت کو برقرار رکھنے سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔

مشترکہ شہریت

اس میں شک نہیں کہ مشترکہ زبان عمومی احساس میں استحکام و مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے متعلق ... کہا جاتا ہے کہ یہاں زبان ہی ایک عالمگیر رشتہ اتحاد ہے۔ وہ لوگ جو امریکہ میں توطن پذیر ہوتے ہیں انہیں مشترکہ زبان سکھا کر مشترکہ شہریت کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔

زبان نہ صرف کسی قوم کے خیالات کو رائج کرتی اور اس کو ایک ہستی کی طرح متحد کرتی ہے بلکہ یہ ایک ذریعہ ہے جس سے روایات بطور ورثہ حاصل ہوتے ہیں اور اس طرح ہر دنیا تسلسل برقرار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلستان اپنا قومی ادب شیکسپیر، ملٹن اور ورڈس ورتھ سے حاصل کرتا ہے اور آئرلینڈ اور ویلز ایک علیحدہ زبان رکھنے کے باوجود اپنی قومیت کی تائید کے لئے کوئی زبان نہیں رکھتے۔

زبان کے اس مسئلہ پر غور کرنے سے ایک نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ یعنے اگرچہ ہندوستان میں کئی زبانیں رائج رہی ہیں اور رائج ہیں تاہم پوری قوم کے لئے ایک مشترکہ زبان ہونی چاہئے۔ میرے خیال میں اگر ہندوستان کے مسئلہ نسل پر ایک تاریخی نظر ڈالی جائے تو اس سے مشترکہ زبان کی ضرورت کی تائید ہوگی۔ ہمارے ملک میں کبھی ایک نسل آباد نہیں رہی۔ ہماری تاریخ کے دوران میں جو ہزارہا سال پر مشتمل ہے ہندوستان کو بے شمار نسلوں نے جو باہر سے آئی تھیں اپنا وطن بنایا اور اپنی زندگی اس کی ... رہیں، کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ زبان کا مسئلہ بھی اسی طرح کیوں نہ حل کیا جائے۔

اس امر پر بحث کرنے کے بعد کہ مختلف نسلیں ہندوستان میں کس طرح آباد ہوئیں مسٹر چاری کہتے ہیں کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں پر یہ معلوم کرنے کے لئے نظر ڈالنی چاہئے کہ کونسی زبان قومی زبان بن سکتی ہے۔ ماہرین السنہ کی رائے ہے کہ ہندوستان کی اہم زبانیں (۱۲) ہیں۔ (۱) ہندی اور اس کی بدلی ہوئی صورت اردو۔ (۲) بنگالی۔ (۳) اوریہ (۴) مرہٹی (۵) گجراتی (۶) سندھی۔ (۷) کشمیری بشمول پنجابی و نیپالی۔ (۸) آسامی۔ (۹) تلنگی (۱۰) کنڑی (۱۱) ٹامل (۱۲) ملیالم جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ سب سے آخر میں آریائی نسل ہندوستان میں آباد ہوئی اور ڈھائی ہزار سال سے تمام ہندوستانی زبانیں سنسکرت سے خوشہ چینی کرتی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی آریائی خاندان کی زبانیں (۳) فیصد آبادی میں رائج ہیں۔ پس آریائی خاندان ہی سے قومی زبان کو نشو و نما پانا چاہئے۔

ہندوستانی

آریائی خاندان میں سے کونسی زبان اس مقصد کے لئے اختیار کی جاسکتی ہے؟ ہندوستانی جس سے میری مراد ہندی اور اردو ہے جو صرف (۱۲۰) ملین کی مادری زبان ہے بلکہ (۲۰۰) ملین کی بھی زبان ہے۔ یہ دنیا کی بڑی زبانوں میں تیسرے درجہ پر ہے یعنے شمالی چینی اور انگریزی کے بعد اس کا درجہ ہے۔ بدقسمتی سے علمی اغراض کے لئے ہندوستانی دو زبانوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ ہندی و اردو۔ اور ان کے رسم الخط میں بھی اختلاف ہے۔ اب بنیادی مسئلہ ہندی اردو کے جھگڑے کا حل دریافت کرنا ہے جن حالات میں اردو وجود میں آئی میرے خیال میں وہ ایک مکمل حل پیش کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بارھویں اور تیرھویں صدی میں ہندوستان پر افغانی ...

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

مملکت
ہفتہ وار

جلد ۲	۵ اسفندار ۱۳۵۳ف	نمبر ۳۰

کانگریسی قائدین کو رہا کر دیا جائے

کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ ویول نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کا موجودہ سیاسی تعطل جلد ختم ہو جائے گا۔ مسٹر جناح نے مسلم لیگ کی میقات کراچی میں بجا طور پر حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا ہے کہ کسی پارٹی کے تعاون کے بغیر مشرق بعید کی جنگ جیتنا آسان کام نہیں۔ بمبئی میں لبرل فیڈریشن کے سالانہ جلسہ میں سر کاؤس جی جہانگیر اور سر مہاراج سنگھ نے اور امرتسر میں مہاسبھا کے جلسہ میں ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی اور ڈاکٹر مونجے نے نیز ہر لیڈر اور ہر ادارے نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سیاسی تعطل کو ختم اور سیاسی جنگ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا جائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ کانگریسی لیڈروں کو نظر بند رکھنا اب ایک بے معنی سی بات ہے۔ کانگریسی تحریک ختم ہو چکی ہے اور کانگریسی قائدین کو آزاد رکھنے سے جن خطرات کا اندیشہ پیدا ہو سکتا تھا وہ اب باقی نہیں رہا۔ ان حالات میں کانگریسی قائدین کی آزادی کو زیادہ عرصہ تک سلب رکھنا کچھ مفید نتائج پیدا نہیں کر سکتا۔ ... مصلحت کا تقاضا ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ انہیں غیر معینہ مدت تک نظر بند رکھا جائے۔ اسی بنا پر ہمیں اس مطالبہ سے پورا اتفاق ہے کہ کانگریسی قائدین کو رہا کر دیا جائے تاکہ باہمی سمجھوتہ کے امکانات پیدا ہو سکیں۔

کانگریسی قائدین کی رہائی کے بعد ہندو مہاسبھا اور لبرل فیڈریشن کا یہ مطالبہ کہ مرکز میں عارضی قومی حکومت قائم کی جائے چار قدم آگے والے ہیں مسائل کو سلجھانے کے لئے کافی نہیں۔ لیگ اور کانگریس کے سمجھوتے سے پہلے ہی کوشش سمجھوتے کے آگے گاڑی رکھنے کے برابر ہوگی۔ کانگریسی قائدین کی رہائی کے بعد پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے قائدین کو کسی طرح یکجا کیا جائے۔ مسٹر راجگوپال اچاری، مسٹر تیج بہادر سپرو اور لبرل قائدین اس کام کو سر کر سکتے ہیں۔

کانگریس کی اگست ۱۹۴۲ء والی قرارداد بڑی حد تک اس امر کی ضمانت دے سکتی ہے کہ گاندھی جی مسٹر جناح کے مطالبات کو تسلیم کر لیں گے۔ اس قرارداد کی منظوری میں جہاں تک ہمیں علم ہے ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کی کوششیں بھی شامل رہی ہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ اس قرارداد میں کانگریس نے ثقافتی علاقوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیا تھا مگر مرکزی حکومت کی تشکیل کا مسئلہ تشنہ رہ گیا تھا جو اب کانگریس اور مسلم لیگ کے قائدین کے مابین موضوع بحث بن سکتا ہے۔ متعلمین سیاسیات اچھی طرح واقف ہیں کہ لیگ اور کانگریس میں سب سے بڑا اختلاف مرکز میں حکومت کی تشکیل سے متعلق رہا ہے۔ کانگریس کا یہ ادعا تھا کہ وہ ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اس ادعا کے مضمرات یہ تھے کہ مرکز میں کانگریس یا عددی اکثریت کو غلبہ حاصل رہے۔ کانگریس کی اس فاسسٹی روش نے مسلم لیگ کو "پاکستان" کا نعرہ بلند کرنے پر مجبور کر دیا جس کا نتیجہ سیاسی تعطل کی صورت میں رونما ہوا۔ کرپس کی آمد کے وقت کانگریس نے جو روش اختیار کی تھی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سر کاؤس جی جہانگیر نے لبرل فیڈریشن کے سالانہ اجلاس میں کہا کہ:۔

"کانگریس کا یہ مطالبہ مسٹر جناح کے نزدیک ایک ایسی کابینہ کو تشکیل دینا ہے جو ناقابل علیحدگی ہو اور جو بجز اکثریت کے کسی کے پاس ذمہ دار نہ ہو اور کانگریس کے اشاروں پر کام کرے۔ اگر ایسا کوئی تصفیہ ہو جاتا تو ایک فاسسٹی مجلس عاملہ قائم ہو جاتی اور مسلمان اور دوسری اقلیتیں کانگریس کے رحم و کرم پر چھوڑ دی جاتیں"۔ مسٹر جناح نے ایک بیان میں یہ بھی کہا کہ "میں نے محسوس کیا کہ پنڈت جواہر لال نے اس کو واضح کر دیا ہے۔ فرض کرو ایک کابینہ (۱۵) ارکان پر مشتمل ہے جس میں کانگریس کو آدھیا ... کی اکثریت حاصل ہے کانگریس کی اس اکثریت کے ساتھ ہندو مہاسبھا اور سکھوں اور مسلمانوں کے نمائندے بھی ہوں گے۔ اس طرح مسلمان ناقابل لحاظ اور غیر موثر اقلیت میں آ جائیں گے۔ مگر پنڈت نہرو نے صرف تسلی دی کہ اگر مسلمانوں کو اکثریت سے اختلاف رہے تو وہ مستعفی ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کو اکثریت کا جبر و تعدی نہ کہیں تو پھر کس چیز کو کہیں۔ اگر کانگریس کا مطالبہ قبول کر لیا جاتا تو وہ مسلمانان ہند کے لئے موت کا پیام ہوتا۔ یہ تجزیہ ہے کانگریس کے مطالبہ کا جو مسلم لیگ کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے۔

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ کانگریس کا مطالبہ بجز کانگریس کے کسی اور جماعت خاص کر مسلم لیگ کے لئے قابل قبول نہیں کیونکہ حکومت میں اکثریت اقلیتوں کے نمائندوں پر مسلط رہتی اور اقلیتوں کے لئے کوئی چارہ نہیں رہتا۔"

کانگریس کی فاسسٹی روش پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے سر کاؤس جی کہتے ہیں کہ:۔

"اس دوران میں امریکہ سے بہت سے نمائندے ہندوستان آئے۔ نیویارک ٹائمز کے نمائندے مسٹر ہربرٹ میتھیوز جو ایک ممتاز صحیفہ نگار ہیں اور جنہوں نے ہندوستان کا کافی دورہ کیا ہے اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں کہ "پہلی مرتبہ ہم نے گاندھی جی اور ان کی سیاسیات پر تنقید سنی۔ ہندو قائدین جن کی تعداد کافی ہے نجی ملاقاتوں میں اعتراف کیا کہ ان کی قیادت تباہ کن ثابت ہو رہی ہے اور کانگریس مواقع کھوتی جا رہی ہے۔ عام طور پر یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ کانگریس نے صوبہ جاتی حکومتوں کو چھوڑ کر (اصولاً) اصولی غلطی کی۔ دوران جنگ کیا صوبہ واری وزراء کا استعفیٰ یہ ایک غلطی تھی اور یہ خیال کرنا بھی غلط تھا کہ برطانیہ جنگ ہار رہا ہے اس لئے اس کو سیول نافرمانی کے ذریعہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اکثر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ... کو شکست ... سے بڑی غلطی تھی۔ ہندوستان کا

نزدیک بالکل واضح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی آپس میں متفق ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور فرقہ وارانہ جماعتیں جن میں کانگریس فاسسٹی اقتدار قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اقتدار پسندوں کی مذمت کرتی ہے"۔

ان حالات سے ظاہر ہے کہ کانگریس کی فاسسٹی روش ہندوستان کے مختلف فرقوں کے اتحاد میں حائل ہوتی رہی۔ اگر کانگریس تسلط کے بجائے توازن کے اصول پر مسلم لیگ سے سمجھوتہ چاہتی ہے۔ اگر کانگریس واقعی سارے ہندوستان کی آزادی کی متمنی ہے جس میں مسلمان بھی شامل ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ مسٹر جناح کی جانب سے کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوگی۔ یہ کہنا ——— جیسا کہ اکثر کانگریسی اخبار اور لیڈر کسی وقت بے وقت کہتے رہتے ہیں ——— کہ مسٹر جناح محب وطن یا آزادی پسند نہیں ہیں یا یہ کہ وہ برطانوی حکومت کے اشاروں پر چل رہے ہیں ایک ایسا صریح اور مہمل بہتان ہے جس کی تردید کرنا مسٹر جناح اور مسلمانان ہند کی توہین کرنا ہے۔ ہندوستان کا ہر مسلمان خواہ وہ مسلم لیگی ہو یا کسی اور ادارہ کا رکن سچا محب وطن اور بالکل حریت پسند فرد ہے۔ مسلمانوں نے اپنی پچھلی قربانیوں سے اس دعوے کا ثبوت دے دیا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ آیا ہندوستان کا مسلمان برطانوی غلامی سے آزاد ہو کر ہندو راج کا محکوم ہو جائے یا صحیح معنوں میں آزاد رہے۔ اگر کانگریس اس کا صحیح فیصلہ کر دے ——— اور کانگریس ہی یہ فیصلہ کر سکتی ہے ——— اور مسلمانوں پر ہندو اکثریت کو مسلط کرنے کی کوشش نہ کرے تو سمجھوتہ ممکن ہے۔ ایسے سمجھوتہ کی خاطر ہم اس مطالبہ سے بالکلیہ متفق ہیں کہ کانگریسی قائدین کو رہا کر دیا جائے اور مسلم لیگ سے کانگریس کے سمجھوتہ کے امکانات کو تقویت پہنچائی جائے۔

مسلم لیگ کی قراردادیں

کراچی کے اجلاس میں مسلم لیگ نے بعض ایسی قراردادیں منظور کی ہیں جن کو بلاشبہ انقلابی کہا جا سکتا ہے۔ پہلی قرارداد میں مسلم لیگ نے ایک مجلس عمل ترتیب دی ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مسلم لیگ نے حکومت برطانیہ یا ہمسایہ جماعتوں کے تعاون اور امداد پر تکیہ کئے بیٹھے رہنے کے بجائے اپنی قوت بازو کو کام میں لانا شروع کر دیا ہے۔ دوسری قرارداد وہ ہے جس میں معاشی آزادی، معاشی ترقی اور افلاس کو رفع کرنے کی تدابیر شامل ہیں۔ اس قرارداد میں صدر کو مجاز گردانا گیا ہے کہ وہ معاشی اور صنعتی ترقی کے لئے مفت ابتدائی تعلیم، نظام زمینداری میں اصلاح، کرایوں کا تعین، حق ملکیت کا تحفظ، مزدوروں اور کاشتکاروں کی حالت میں اصلاح اور زمین دین پر نگرانی وغیرہ کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرے جو ایک پنج سالہ جامع لائحہ عمل مرتب کرے گی۔ یہ امر امید افزا ہے کہ مسلم لیگ نے زندگی کے ہر اہم پہلو پر نظر ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ مسلمانوں کا معاشی موقف ہمیشہ کمزور رہا ہے جس کو قوی کرنا ضروری ہے۔ دولت کی منصفانہ تقسیم کا مسئلہ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ اس کی جانب بھی توجہ ضروری تھی۔ اس کے علاوہ مسٹر جناح نے مسلم لیگی وزرا کو قوم کے مفاد پر ذاتی مفاد کو ترجیح نہ دینے کا مشورہ دیا ہے جس کی شدید ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر جناح سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے نیک مشوروں کی تعمیل بھی کرائیں گے اور غلطی یا بے راہ روی کو ہرگز روا نہ رکھیں گے۔ ہمیں مسرت ہے کہ مسلم لیگ اب غریب مسلمانوں کی نمائندہ بنتی جا رہی ہے۔ وقت کا بھی یہی تقاضا ہے۔

قصبات و مواضعات میں آب رسانی کا انتظام

ممالک محروسہ سرکار عالی کے قصبات میں صاف کیا ہوا پینے کا پانی فراہم کرنے اور گندے پانی کی نکاسی کا انتظام کرنے کا کام تقریباً چودہ سال قبل شروع کیا گیا تھا اور اس مدت میں حکومت ان امور کی تکمیل کے لئے ایک کروڑ دس لاکھ روپے سے زیادہ مصارف برداشت کر چکی ہے۔

گزشتہ چودہ سال کی مدت میں اورنگ آباد، ورنگل، گلبرگہ، بیدر، جنگی، عثمان آباد، رائچور، ناندیڑ، لاتور، سیڑم، جالنہ، تلنگاپور، مومن آباد اور سنگولی میں آب رسانی کی اسکیمیں مکمل ہوئیں اور اورنگ آباد، رائچور، ناندیڑ، ورنگل، گلبرگہ، جالنہ، لاتور اور مومن آباد میں گندے پانی کی نکاسی کا انتظام کیا گیا۔ اس کے علاوہ نظام آباد، بودھن، عادل آباد، محبوب نگر اور یادگیر میں بھی کام جاری ہے جس کی تکمیل پر تقریباً (۳۵) لاکھ روپے صرف ہوں گے۔

جنگ کی وجہ سے موازنہ پر شدید بار عاید ہونے کے باوجود ۱۳۵۳ف میں ان اسکیموں پر ...۰۰۰ روپے صرف کئے گئے۔

باشندگان مواضعات کے لئے سہولت بہم پہنچانے کی غرض سے تقریباً آٹھ سال ہوئے محکمہ صفائی کندیدگی باؤلیات بھی قائم کیا گیا تھا۔ چنانچہ اضلاع گلبرگہ، رائچور، عثمان آباد اور بیدر کے مواضعات میں پینے کا پانی فراہم کرنے کے لئے ۴۰ لاکھ روپے کے مصارف سے ۳۲۰۰ کنوئیں تعمیر کئے جا چکے ہیں اور ایک ہزار سے زیادہ کنوئیں زیر تعمیر ہیں۔

ان تمام اسکیموں کی تکمیل پر چودہ سال کی مدت میں (۱) کروڑ (۵۰) لاکھ روپے صرف ہوئے۔ یعنی بالفاظ دیگر اوسطاً (۱۱) لاکھ روپے سالانہ صرف کئے جاتے ہیں۔

(معلومات حیدرآباد)

گرانی الاونس

پریس نوٹ

بعض مقامی اخبارات میں الاونس گرانی کی آئندہ اجرائی سے متعلق مراسلت یا ایسی خبریں شائع ہوئی ہیں جن سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے۔ لہٰذا حکومت سرکار عالی کی پالیسی کی وضاحت کے لئے حسب ذیل پریس نوٹ شائع کیا جاتا ہے۔

سرکار عالی کی پالیسی یہ رہی ہے کہ شرح گرانی الاونس پر موجودہ الوقت حالات اور قیمتوں کے مدنظر ہر سہ ماہی کے ختم پر نظر ثانی کی جائے چنانچہ سابق میں اس قسم کی نظر ثانی کی جا کر شرح میں اضافہ منظور کیا گیا اور اس وقت کے شرح رائجہ بعض برطانوی صوبہ جات سے زیادہ ہیں اور یہ الاونس (۱۵۰) روپے ماہوار تک تنخواہ پانے والے ملازمین کو دیا جاتا ہے۔ اس دفعہ یہ تصفیہ ہوا ہے کہ بجائے سہ ماہی کے ختم پر نظر ثانی کئے جانے کے ششماہی کے ختم پر نظر ثانی کی جائے گی جس کا یہ منشا ہرگز نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس مدت کے ختم پر یہ الاونس مسدود کر دیا جائے گا۔

(معلومات عامہ)

قلت و گرانی اجناس کے اسباب

حکومت کی غذائی پالیسی کے صرف ذخیرہ باز اور نفع اندوز مخالف ہیں

ممالک محروسہ سرکار عالی میں غذائی مسئلہ حسب ذیل عناصر کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوا ہے:۔

رسد کی دقتیں

(۱) پچھلے دو سالوں میں اضلاع رائچور، گلبرگہ، محبوب نگر اور نلگنڈہ کے علاقوں میں بارش کم ہوئی (۲) کاشتکاروں نے غذائی پیداوار کے مقابلہ میں غیر غذائی پیداوار کو ترجیح دی (۳) چوری سے مال لے جانے والوں نے ممالک محروسہ کی سرحدوں سے باہر اجناس کی ناجائز برآمد کی (۴) بیوپاریوں اور کاشتکاروں نے بازار میں عارضی طور پر قیمتوں کو بڑھانے کے لیے غلہ کا ذخیرہ کرنا شروع کیا (۵) حمل و نقل کی دشواریاں۔

طلب کی دقتیں

(۱) جنگ کی وجہ سے جن لوگوں کی مزدوری اور آمدنی میں اضافہ ہوا ہے انھوں نے اغذیہ کا زیادہ صرف شروع کیا (۲) اس ڈر سے کہ کہیں قیمتوں میں مزید اضافہ نہ ہو جائے خوش حال صارفین نے غلہ ذخیرہ کرنا شروع کیا (۳) جو لوگ فوج میں شریک ہوئے ہیں ان کے صرف میں اضافہ۔

ان تمام مسائل میں حکومت سرکار عالی صورت حال کا غور سے مطالعہ کرتی رہی ہے۔ اپنے پچھلے تجربوں سے فائدہ اٹھا کر حکومت نے صورت حال کو قابو میں لانے کے لیے غور و فکر کے بعد جو تدبیریں اختیار کی ہیں انھیں مختصر طور پر اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) غذائی پیداوار کے زیر کاشت رقبہ میں اضافہ

(۲) ان طریقوں کی اصلاح جن کے ذریعہ غلہ بازار میں پہونچتا اور صارفین کے لیے قابل حصول ہوتا ہے۔

(۳) صارفین کے درمیان قابل حصول غلہ کی منصفانہ تقسیم (۴) قیمتوں پر نگرانی۔

یہ تدبیریں قریبی طور پر ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اگر اناج ان قیمتوں پر صارفین تک پہنچایا نہ جا سکے جن کو وہ آسانی سے ادا کر سکتے ہیں تو غلہ زیادہ اگانا ایک لا یعنی سی چیز ہے۔

حکومت سرکار عالی کی غذائی حکمت عملی یہ ہے کہ ملک کو زندگی کی اولین ضرورتیں مناسب قیمتوں پر مہیا ہو سکیں اگر اناج کی قیمتوں پر پوری طرح نگرانی رکھی جائے تو زندگی کی دوسری ضرورتوں کی قیمتیں بھی اس دائرہ کے تحت آ جائیں گی۔ حکومت سرکار عالی نے رفتہ رفتہ اہم غذائی پیداوار کی قیمتوں پر نگرانی رکھی ہو رہے تھے ملک کو [illegible] شکر، مختلف تیلوں گڑ، نمک، بیج، کھاد اور اس لوہے پر بھی نگرانی قائم کر دی گئی ہے جو زرعی آلات کے کام آتا ہے۔ مذکورہ صدر تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو طریقے اختیار کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ غذائی پیداوار کے زیر کاشت رقبہ میں اضافہ

(الف) غذائی پیداوار کی کاشت کرنے والے کاشتکاروں کے لیے مختلف قسم کے بہتر بیجوں اور کھاد کی کم قیمتوں پر فراہمی۔

(ب) آبپاشی کی زیادہ سے زیادہ سہولتوں کا انتظام

(ج) غیر مزروعہ اراضی کی زیر کاشت رقبہ میں تبدیلی۔

(د) غذائی پیداوار کے کاشتکاروں کو تقاوی کے ذریعہ رقمی امداد اور محاصل مالگزاری میں رعایتیں۔

۲۔ ان طریقوں میں درستی جن کے ذریعہ غلہ بازار میں لایا جاتا اور صارفین تک پہونچتا ہے۔

(الف) ذخیرہ اندوزی کے خلاف مہم کا اجراء

(ب) چوری چھپے سے مال لے جانے والوں کے خلاف۔

(ج) بیوپاریوں سے پوشیدہ ذخائر کا مطالبہ اور

(د) کاشتکاروں سے ان کی پیداوار کے مقررہ حصہ کی حکومت کی طرف سے ایسی قیمتوں پر راست خریدی جو جنگ کی قیمتوں پر دو گنی ہیں۔

(ہ) حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے توسط سے کھلے بازاروں میں حکومت کی طرف سے اجناس خریدنے کا انتظام۔

(و) حمل و نقل میں غذائی اجناس کے لیے ترجیح۔

(ز) اجناس کے بڑے بڑے کاشتکاروں اور بیوپاریوں کو یہ حکم کہ وہ اپنے ذخیروں کی مقدار، مقام اور حمل و نقل کی نسبت صحیح معلومات بہم پہونچایا کریں۔

(ح) اناج کے تمام چلر اور تھوک فروشوں پر لائسنس کی پابندی۔

(ط) چھپے ہوئے ذخیروں کی اطلاع دینے والے کو انعام کا پیشکش۔

(۳) صارفین کے درمیان اناج کی منصفانہ تقسیم

(الف) بڑے شہروں میں راشن بندی کا نفاذ اور

(ب) ممالک محروسہ میں آمد و تجارت کی اجازت [illegible] کی اور بچت کا لحاظ کرتے ہوئے رسد اور طلب میں تعادل پیدا ہو سکے۔

۴۔ قیمتوں پر نگرانی

(الف) اجناس کی انتہائی قیمت فروخت کا تعین

(ب) بیوپاریوں پر اجازت نامے حاصل کرنے کی پابندی۔

(ج) حکومت نے کاشتکاروں سے راست خریدی کے بعد جو اناج جمع کیا ہے اس کے ذریعہ نرخوں کو متاثر کرنا حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے ذریعہ اناج کی خریداری ایسے بیوپاریوں اور ذخیرہ بازوں کے ذخیروں پر قبضہ جو اپنے ذخیروں کی مقدار اور مقام سے متعلق غلط اطلاعات دینے کا جرم کریں۔

(د) ایسے دھوکہ باز اور خلاف ورزی کرنے والے بیوپاریوں کو سخت سزائیں دینا جو مقررہ قیمتوں پر اناج فروخت کرنے سے انکار کریں۔

یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ متذکرہ صدر غذائی حکمت عملی کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے سے سب سے زیادہ نقصان کسے ہوگا اور فائدہ کون اٹھائے گا۔

اس سوال کا صحیح جواب دینے کے لیے ہم ان عناصر کو علحدہ علحدہ کریں جو ان تدبیروں سے نقصان کے بجائے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۱۔ کاشتکار

کاشتکار کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ملک اور حکومت دونوں کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ ریاست کے معاشی موقف میں حکومت کاشتکار کی اہمیت کو شدت سے محسوس کرنے لگی ہے اور کاشتکار کی اہمیت کا یہ احساس اس کے مستقبل فائدہ کا ضامن ہے۔ اور فی الوقت کاشتکار کو تقاوی رقمی امداد فراہمی آب غرض ہر قسم کی سہولتیں دی گئی ہیں۔ حکومت اناج کی نقد قیمت ادا کرتی ہے۔ یہی اناج اگر مقامی ساہوکار خریدے تو قیمت کی نقد ادائی غیر یقینی سی رہتی ہے۔ اس کا بھی اعتبار کیا گیا ہے کہ خواہ کاشتکار حکومت کے ہاتھ اناج فروخت کرے یا بیوپاری کے ہاتھ دونوں صورتوں میں اسے وہی قیمت ملے گی۔ تمام متعلقہ مسئلوں پر غور کے بعد قیمتوں کا تعین کیا گیا ہے اور یہ قیمتیں جنگ سے پہلے کی قیمتوں سے دگنی ہیں۔

بیج، کپڑا اور زرعی آلات مناسب قیمتوں پر کاشتکار کو مہیا کئے جا رہے ہیں اس کے علاوہ کاشتکار کو ایک حد تک مقامی ساہوکار کے پنجوں سے رہائی دلائی گئی ہے جو کسانوں سے ان کی پیداوار نامناسب شرائط پر حاصل کرتے تھے سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے عوام اور حکومت کی خیر سگالی اور ہمدردی حاصل ہوئی ہے جس کی وجہ سے حال اور مستقبل دونوں میں اس کی خوش حالی کی ضمانت ہو گئی ہے۔

صارفین

صارفین کو یقین دلایا گیا ہے کہ (ملاحظہ ہو صفحہ [illegible])

ہندوستان کے سیاسی تعطل کے اسباب

کانگریس کی روش پر سر کاوس جی جہانگیر کا تبصرہ

لبرل فیڈریشن کے حالیہ اجلاس میں سر کاوس جی جہانگیر صدر استقبالیہ کمیٹی نے ہندوستان کی سیاسی صورت حال پر جو تبصرہ کیا ہے اس کے چند اہم اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

ابھی جنگ ختم ہوئے دو سال ہو چکے اس عرصہ میں جو واقعات رونما ہوئے ان پر میں نظر ڈالتی ہے تین واقعات ہندوستان کے لئے اہمیت رکھتے ہیں۔

(۱) حکومت برطانیہ کی وہ تجاویز جو سر اسٹافورڈ کرپس ہندوستان لائے تھے (۲) کانگریس کی وہ قرارداد جو ۸ اگست کو منظور ہوئی اور اس کے نتائج و عواقب (۳) بنگال کا قحط۔

کانگریس نے تسلیم کیا تھا کہ کرپس کی تجاویز ہندوستان کو آگے لے جاتی ہیں یعنے حکومت برطانیہ نے اختتام جنگ کے فوراً بعد ہندوستان کو نو آبادیاتی درجہ دینے کا وعدہ کیا اس اختیار کے ساتھ کہ اگر وہ چاہے تو سلطنت برطانیہ سے علٰحدہ ہو جائے اور دستور سازی کا کام ہندوستانیوں کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ دہلی میں طویل گفتگو ہوئی جو زیادہ تر اس امر پر مرکوز رہی کہ دوران جنگ میں حکومت ہند کا کیا پوزیشن ہو گا۔ بجز وائسرائے اور کمانڈر ان چیف کے حکومت کے تمام ارکان ہندوستانی ہوتے۔ مگر توجہ وزیر دفاع کے اختیارات پر مرکوز رہی۔ کانگریس سر اسٹافورڈ کرپس کی ابتدائی تجاویز سے مطمئن نہیں ہوئی لیکن گزشتہ سال مسٹر ایمری نے ہندوستان کو یہ بتلایا گیا کہ سر اسٹافورڈ کرپس نے اپنی تجاویز میں وزیر دفاع کے اختیارات سے متعلق ایسے تغیرات کئے ہیں جن سے کانگریس مطمئن ہو گئی۔ دوسرے دن یہ معلوم ہوا کہ کانگریس کو عارضی دور میں حکومت ہند کی آئینی پوزیشن سے متعلق شبہات ہوئے ہیں یعنے خاص حالات میں وائسرائے کا یہ اختیار کہ حکومت کی اکثریت کے فیصلہ کو منسوخ کر سکے زیر بحث آ گیا۔ کانگریس کی تجویز یہ تھی کہ وائسرائے بالکل آئینی گورنر جنرل کی طرح کام کرے اور وزیر ہند اور ملک معظم کی حکومت یہ اختیار نہ ہونا چاہئے کہ وہ حکومت ہند کی اکثریت کے فیصلہ میں مداخلت کریں۔

مسلمانوں کا اعتراض

مسٹر جناح کے نزدیک یہ تجویز ایک ایسی کابینہ تشکیل دیتی ہے جو ناقابل علٰحدگی ہے اور بجز اکثریت کے کسی کے پاس ذمہ دار نہیں اور ایسی کابینہ کانگریس کے اشاروں پر چلے گی اگر ایسا فیصلہ کیا گیا تو ایک فاسسٹی مجلس عظمیٰ قائم ہو جائے گی اور مسلمان اور دیگر اقلیتیں کانگریس کے رحم و کرم پر چھوڑ دی جائیں گی۔ اس صحافتی بیان میں مسٹر جناح نے یہ بھی کہا کہ اس کی وضاحت پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان سے ہو جاتی ہے۔ فرض کرو (۱۵) ارکان کی ایک کابینہ تشکیل پائی جس میں کانگریس کو آٹھ یا نو کی اکثریت حاصل ہے اس کے ساتھ ہندو مہا سبھا، سکھوں اور مسلمانوں کے بھی نمائندے ہوں گے اس طرح مسلمان ناقابل لحاظ اور غیر موثر اقلیت میں رہیں گے۔ مگر پنڈت نہرو نے صرف یہ تسلی دی کہ اگر اکثریت سے مسلمان متفق نہ ہوں تو وہ مستعفی ہو سکتے ہیں۔ اگر اسکو عددی اکثریت کا جبر و تعدی نہ کہیں تو پھر کس چیز کو کہیں؟ میرا یہ دعوے ہے کہ اگر کانگریس کا مطالبہ قبول کر لیا جاتا تو وہ مسلمانان ہند کے لئے موت کا پیام ہوتا۔"

صحیح یا غلط کانگریس کے مطالبہ کا یہ تجزیہ ہے جو مسلم لیگ کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس بیان سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ کانگریس کا مطالبہ بجز کانگریس کے کسی اور کے لئے قابل قبول نہ تھا کیونکہ اس سے حکومت میں کانگریس کو ایسا موقف حاصل ہو جاتا کہ وہ اقلیتوں کے نمائندوں کو ٹھکرا سکتی اور اقلیتوں کے لئے کوئی علاج نہ رہتا

خود ارادیت

وائسرائے کے اختیار تنسیخ کا مسئلہ کرپس کی تجاویز کی ناکامی کی وجہ معلوم ہوتا ہے مگر تنہا یہی وجہ نہیں ہے۔ مسٹر گاندھی ابتداہی سے ان تجاویز کے خلاف تھے۔ وہ گفت و شنید کے دوران ہی میں دہلی سے چلے گئے۔ ان کی مخالفت کی وجہ صاف طور پر معلوم نہیں ہوئی۔ مگر پنڈت نہرو کے ایک مضمون سے جو نیویارک ٹائمز میگزین میں شائع ہوا ہے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے پنڈت نہرو لکھتے ہیں کہ:- "تیس سال قبل حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں جداگانہ انتخابات کا اصول نافذ کیا جو سیاسی جماعتوں کے نشو و نما میں مانع ہوا اور اب وہ ہندوستان کو تقسیم کرنے کا خیال رائج کر رہی ہے۔ کرپس کی تجاویز کی مخالفت کی یہ بھی ایک وجہ تھی۔ کانگریس اس سے اتفاق نہیں کر سکتی تھی پھر بھی اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ اگر علاقہ واری وحدتیں علٰحدہ رہنے کی خواہش صاف طور پر ظاہر کریں تو کانگریس ان کو یونین میں رہنے پر مجبور نہیں کرے گی"

اس سے ظاہر ہو گا کہ کرپس کی تجاویز پر جو اعتراضات ہوئے ان میں ایک بنیادی اعتراض خود ارادیت کے نقطے پر بھی تھا۔

راجہ جی کی مساعی

اس نوبت پر مسٹر راجگوپال چاری نے محسوس کیا کہ مسلم لیگ کے اشتراک عمل کے بغیر کوئی قومی حکومت تشکیل نہیں پا سکتی انہوں نے پاکستان کے اصول کو تسلیم نہیں کیا وہ ہر تجویز پر غور کرنے تیار تھے۔ ان کی تقاریر، تجاویز اور جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اپنی جماعت سے جس کی وہ بیش بہا خدمات انجام دے چکے تھے علٰحدہ ہونا پڑا اخبارات اور مختلف پلیٹ فارم سے یہ اپیل کی گئی کہ دوران جنگ میں سیاسی مناقشات موقوف کئے جائیں مگر افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں مسٹر راجگوپال چاری نے جو پہلا قدم اٹھایا اس کا نتیجہ کانگریس سے اس کی علٰحدگی پر منتج ہوا اس کے بعد کانگریس کی مجلس عاملہ نے ۱۴ جولائی کو ایک قرارداد منظور کی جس میں بتایا گیا کہ حکومت برطانیہ حقیقی اقتدار اقتدار اعوام کے نمائندوں کے ہاتھ میں منتقل کرنے آمادہ نہیں ہے اور ہندوستان سے متعلق برطانیہ کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ ہندوستان سے اپنا تسلط ہٹانا نہیں چاہتی۔

یہ بیان حقائق کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کانگریس نے ان تجاویز کو مسترد کر دیا جن میں ہندوستان کو بعد ختم جنگ اتنی ہی آزادی دینے کا وعدہ کیا گیا تھا جو کنیڈا اور آسٹریلیا کو حاصل ہے۔ اور مرکزی حکومت میں ہندوستان کے نمائندوں کے ہاتھ میں کافی اقتدار فوری طور پر منتقل کرنے کا وعدہ بھی شامل تھا اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کیا گیا تھا کہ ہندوستان کو سلطنت برطانیہ سے علٰحدہ ہونے کا اختیار حاصل رہے گا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء میں نو آبادیاتی درجہ کا ذکر کرنے سے گریز کیا گیا تھا اور برطانوی تجارت کے لئے موثر تحفظات رکھے گئے تھے مگر ۱۹۴۲ء میں حکومت برطانیہ نو آبادیاتی درجہ دینے کا وعدہ کر رہی تھی اور برطانوی تجارت کے لئے خاص تحفظات نہیں چاہتی تھی۔

ہندوستان چھوڑ دو۔

اپنے ڈھب کی قومی حکومت قائم کرنے کی تمنا میں ناکام ہونے کے بعد کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" کا نیا نعرہ شروع کیا۔ (باقی بر صفحہ (۶))

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ڈاکٹر ایڈی آسروا تھم پروفیسر سیاسیات جامعہ مدراس نے سکندرآباد وائی ایم سی اے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"نظریہ جمہوریت کو اس کے مخالفین نے اتنا نقصان نہیں پہونچایا جتنا کہ اس کے حامیوں نے"

ڈاکٹر صاحب نے جاتے جاتے کوئی نئی بات نہیں فرمائی۔ حیدرآباد میں یہی ہوا اور ہو رہا ہے۔ عددی اکثریت کی بھینٹ!

ڈاکٹر آسروا تھم نے اپنی اسی تقریر میں یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ:۔

"جمہوریت کا دوسرا قدم اشتراکی نظام ہے۔"

یہ معلوم کرنے کے بعد کیا راجہ پنالال پتی اب بھی مقامی نام نہاد جمہوری اداروں کی سرپرستی جاری رکھیں گے؟ حالانکہ جمہوریت (وہ جمہوریت جو ذات پات کے جھگڑوں کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے) اور راجہ پنالال پتی میں سمجھوتہ کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ جمہوری ادارے راجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی مدح کے لئے نئے نئے اصطلاحات استعمال کرتے رہیں۔ ڈاکٹر جیسوریہ ہوشیار باش!

ڈاکٹر آسروا تھم نے اس بات پر بہت زور دیا کہ:۔

"جمہوریت کے لئے اعلیٰ کردار کی بہت ضرورت ہے۔"

یہ شرط ذرا کڑی معلوم ہوتی ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب اس کی جگہ ڈگری فرماتے تو جمہوریت کا راستہ بہت آسان ہو جاتا۔

بشپ منڈول نے جو اس موقع پر جلسہ کی صدارت کر رہے تھے ڈاکٹر آسروا تھم کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"جمہوریت کا نظریہ نہایت خوبصورت ہے لیکن عملاً وہ اس لئے کامیاب نہیں ہو سکا کہ جو لوگ اس کے لئے کوشاں ہیں وہ خود جمہوریت پسند نہیں ہیں۔"

اس سلسلہ میں بشپ منڈول نے رابندرناتھ ٹیگور کے اس مقولہ کو دہرایا:۔

"میں خدا سے ہمارے محبت کرتا ہوں مگر اس نے مجھے اس کے وجود سے انکار کرنے کی آزادی دے رکھی ہے۔"

مقامی حالات میں جمہوریت کو ہم اسی انداز میں کہہ سکتے ہیں:۔

"ہم جمہوریت کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ جمہوریت ہمیں جمہوری ہونے پر مجبور نہیں کرتی۔"

ایک مراسلہ نگار تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"اگر خان بہادر مظہر علی چاہتے ہیں کہ رشوت ستانی ختم ہو تو انہیں چاہئے کہ سرکاری دفاتر کی اس نقطۂ نظر سے تفتیش کریں کہ کارروائیاں کیوں رکی رہتی ہیں۔ اگر ہر کارروائی بروقت ختم کر دی جائے تو "دست غیب" ازخود غائب ہو جائے گا۔"

خان بہادر مظہر علی کے لئے لمحۂ فکر۔

مسٹر پرشوتم داس ٹھاکر داس، سر ٹی وی راگھون، مسٹر بی کرشنن اور ڈاکٹر جوشی حیدرآباد کے نظم و نسق، دکنی تمدن، جامعہ عثمانیہ اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی سے متعلق نہایت اچھے تاثرات لے گئے۔ (ایک خبر)

آرین اصحاب نے پوری ہمدردی سے تجویز کی تھی اور پوری کوشش کی تھی کہ ان معزز مہمانوں پر اس کے برعکس تاثرات مرتسم کریں۔

مجلس اتحاد المسلمین کا ماضی اور مستقبل۔ (ایک خبر کی سرخی)

جب ہم یہ سرخی پڑھ رہے تھے تو ایک دوست بے ساختہ یہ شعر الاپنے لگے ؎

ماضی ہے مردہ اور مستقبل اب تک بطن عدم میں ہے
حال ہے زندہ اسی میں دیکھ کہ دم باقی ہے جب تک دم میں ہے

لیگ اور مہاسبھائی مقاصد پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "رعیت" تحریر کرتا ہے کہ:۔

"جہاں تک ہمیں علم ہے نہ تو مہاسبھا اور مسلم لیگ نے اساسی اور فوری مسائل کے تعلق سے اپنی پوزیشن کو آج تک واضح کیا۔ اگر ایک مرتبہ ان اداروں نے اس کا جواب دے دیا کہ ان کے نزدیک کون مسئلہ اساسی اور فوری ہے تو ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان کے موجودہ و مستقبل کے اکثر مسائل کا حل آسان ہو جائے گا۔"

یہ تو سب جانتے ہیں کہ اساسی اور فوری مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان پر ہندو یا مسلم سرمایہ داروں کی حکومت کس طرح قائم کی جائے۔

ایں راز بر ملا است کہ معلوم عوام است

مہاسبھا فرقہ وارانہ ادارہ نہیں۔ (رعیت کی ایک سرخی)

اگر فرقہ وارانہ ادارہ نہیں تو قومی ادارہ ضرور ہے۔

"مکانات کے کرایہ کی گرانی" کے عنوان کے تحت ہم عصر "پیام" نے تحریر کیا ہے کہ:۔

"بلدہ حیدرآباد میں مکانات کے کرایہ کا مسئلہ بہت زیادہ قابل توجہ ہوتا جاتا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ غلہ کی قیمتوں کی طرح کرایہ مکانات پر بھی کوئی سرکاری نگرانی قائم کی جائے۔ .... اب تو نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ بعض مالکان مکانات نئے کرایہ داروں کو نہ صرف دھمکا رہے ہیں بلکہ مختلف طریقوں سے تنگ کر رہے ہیں حتیٰ کہ مکانات کا پانی بند کرا دیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات نوبت آتی ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی گرفت یا سزا کے اندیشے کے کیا جا رہا ہے۔"

مصیبت تنہا نہیں آتی۔ اگر کوئی نعمت حیدرآباد کے تحت مالکان مکانات کی دراز دستی کا کوئی علاج نہیں تو کرایہ داروں کو ہمارا یہ مشورہ ہے کہ وہ مکانات پر اپنا قبضہ مخالفانہ جمالیں۔ جنگ اور محبت میں سب جائز ہے۔

اکثر لوگ دریافت کرتے ہیں کہ جنگ میں چندہ دینے اور فوج میں بھرتی ہونے کے علاوہ بھی مساعی جنگ میں حصہ لینے کی کوئی اور صورت ہے۔

اس کی صورتیں بہت سی ہیں۔ مثلاً جناب پلاؤ اور انڈے ... جیسے بعض پکوان ... اور چوٹے پاؤ گوشت ... کی کوشش کریں۔ خود بھی کم کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ اس طرح ہٹلر اور ٹوجو کا آپ بنفس نفیس مقابلہ بھی کر سکیں گے اور قلت و گرانی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

ہندوستان کے سیاسی تعطل کے اسباب

(بسلسلہ صفحہ ۵)

یقیناً یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جب کہ ایک دشمن جس کی بربریت مشہور رہی ہو، اور اندرونی مشکلات باقی ہوں فرقہ واری ہم آہنگی پیدا نہ کر سکے تو اس کی کیا توقع ہو سکتی ہے کہ اگر برطانیہ ہندوستان سے ہٹ جائے تو ملک کے ذمہ دار افراد ایک عارضی حکومت تشکیل دینے پر متفق ہو سکیں گے۔ یہ اعتقاد کہ برطانیہ کے ہندوستان سے ہٹ جاتے ہی ہندوستانی اپنے اختلافات بھول جائیں گے سیاسی بصیرت کا فقدان ظاہر کرتا ہے۔

کانگریس نے یہ ادعا کیا کہ اس کی امیدوں کے ناکام ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ جاپان کی کامیابی پر چین اطمینان محسوس کرنے لگا۔ یہ بیان قابل قبول نہیں۔ چند محب وطن سے اس قدر مصر ہیں کہ جاپان کی کامیابی کا خیر مقدم کریں۔ ایسے موقع پر جب کہ دشمن ہمارے دروازے پر تھا کانگریس نے دو مرحلے پر ذمہ داری عائد کرنے کی کوشش کی اور سیول نافرمانی کی دھمکی دی حالانکہ وہ یہ جانتی تھی کہ حکومت کو پریشان نہیں کرے گی۔ اگست کی قرارداد سے پہلے کانگریس کی مجلس عاملہ کے ارکان کی تقریریں اور خود یہ قرارداد احساس ذمہ داری کا فقدان ظاہر کرتی ہے اور [illegible] محب وطن افراد ایسی غیر ذمہ داری ناقابل یقین ہے۔ اس قرارداد کے اکثر حصے بہت مبہم ہیں۔ وہ خود مختاری کی حمایت کرتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ ملک کی خوبیاں [illegible] کرنے کی خواہش بھی ظاہر کرتی ہے۔

ایک سے زیادہ موقع پر کانگریس کی مجلس عاملہ عدم تشدد کو اپنی پالیسی کا بنیادی اصول قرار دیا۔ ملک کو اس کی وضاحت طلب کرنے کا حق ہے۔ برطانیہ کو ہندوستان چھوڑ دینا چاہئے لیکن کانگریس اس بات پر رضامند ہے کہ متحدہ قوم کی مسلح فوجیں ہندوستان میں رہیں۔ یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ یہ مسلح فوجیں کس کے اختیار میں ہوں گی۔ ان کی رہنمائی کون کریں گے اور ان فوجوں کے مصارف کون برداشت کریں گے؟ یہ ساری چیزیں قیاس آرائی پر چھوڑ دی گئیں جو شاید ہندوستان سے برطانیہ کے چلے جانے کے بعد حل ہو جائیں گی۔ کانگریس نے یہ نہیں سوچا کہ اس کا نتیجہ یا تو فوجی مطلق العنانی ہوگی یا پھر ساری فوجیں ہندوستان سے ہٹا لی جائیں گی۔ اور جاپانی یہی تو چاہتے ہیں۔ ۱۲ اپریل کو جاپانی ریڈیو سے کہا گیا کہ اگر برطانیہ فی الحقیقت ہندوستان کی مدافعت کرنا چاہتا ہے تو اسے فوراً اپنی فوجیں اور بحری طاقت کو ہندوستان سے ہٹا لینا چاہئے۔ کیا کانگریس غیر شعوری طور پر دشمن کی خواہشات کی ترجمانی کر رہی تھی؟

خود کانگریسیوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو مختلف مکاتب خیال سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی قابلیت تدبر اور حب الوطنی میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان حضرات نے کانگریس کو اس خطرناک حالت پر پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کم از کم دوران جنگ میں فرقہ واری ہم آہنگی قائم کرنے کی جان توڑ کوشش کی۔ اس جدوجہد میں مسٹر راجگوپال چاری نے نمایاں حصہ لیا۔

کانگریس سے باہر بہترے اداروں نے ان کی مخالفت کی اور مشوروں کے باوجود آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے ۸ اگست کو یہ قرارداد منظور کی۔ اس کے بعد سے ہندوستان جس مہلک دور سے گزرا اس کی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجلس عاملہ کے ارکان گرفتار کر لئے گئے۔ عام تشدد [illegible] بہت سے معصوم جانیں اور جائداد تلف ہوئی۔ مساعی جنگ پر بھی کسی حد تک اثر پڑا۔ مسٹر گاندھی نے برت رکھا جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ کانگریس کی غلطیاں اب محسوس کی جا رہی ہیں۔ سب سے زیادہ جن کو نقصان ہوا ہے وہ سب ہندوستانی تھے۔

غلطیوں کا اعتراف

اس دوران میں امریکی اخبارات کے بہت سے نمائندے ہندوستان آئے۔ ایک ممتاز صحافی مسٹر ہربرٹ میتھیو جو نیویارک ٹائمز کے نمائندے ہیں ہندوستان کا طویل دورہ کرنے اور ہر طبقہ اور فرقے کے افراد سے ملاقات کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ پہلی مرتبہ انہیں کانگریس کی اور ان کی سیاسیات پر تنقید سننے کا موقع ملا۔ ہندو قائدین جن کی تعداد حیرت انگیز طور پر کافی ہے خانگی ملاقاتوں میں اعتراف کیا کہ ان کی قیادت مہلک ثابت ہوئی ہے۔ اب عام طور پر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ کانگریس نے صوبہ واری حکومتوں کو ہمہ گیر فاسسٹی اصولوں پر چلانے میں بڑی غلطی کی۔ جنگ شروع ہوتے ہی کانگریسی وزراء کا استعفا غلط تھا۔ اور کانگریس کا یہ خیال بھی غلط تھا کہ برطانیہ جنگ ہار رہا ہے اس لئے سیول نافرمانی کے ذریعہ اس کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا چاہئے۔ اکثر یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ [illegible] کی پیش کش کو مسترد کرنا سب سے بڑی غلطی تھی۔ ہندوستان کا حزنیہ بالکل واضح ہے۔ ہندوستانی آپس میں متحد نہ ہو سکے اور کانگریس نے فرقہ واری سیاسیات میں ہمہ گیر (فاسسٹی) اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور اعتدال پسندوں کا مضحکہ اڑایا۔

کیا یہ تنقید صحیح ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو کیا ہم ماضی کے تلخ تجربے سے فائدہ اٹھائیں گے؟ اگر ہمارے محب وطن خانگی ملاقاتوں میں بدیسی نامہ نگاروں کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر سکتے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ علانیہ ان غلطیوں کا اعتراف کریں اور ان کی اصلاح کے لئے قدم اٹھائیں۔

ہندوستان کی مشترکہ زبان

(بقیہ صفحہ اول)

کے بعد ہندی پنجابی بولیوں سے دہلی کے مسلمانوں میں ایک زبان نشو و نما پانے لگی جس میں غیر شعوری طور پر فارسی عنصر داخل ہو گیا۔ اور یہ زبان کھڑی بولی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ جب چودھویں صدی میں مسلمان دکن میں داخل ہوئے تو وہ ایک ایسی زبان استعمال کرنے لگے جو دہلی کی زبان سے علیحدہ تھی اور جس میں ابتدا ہی سے فارسی رسم الخط منتخب کیا گیا۔ دہلی کی زبان ہندی کی 'ہندوی' یا 'ہندی' کے نام سے موسوم تھی۔ اس زبان کو مغل ہی اپنے ساتھ سترہویں صدی میں دکن میں لائے۔ اس وقت اس کا نام زبان اردوئے معلیٰ تھا جو مختصر ہو کر اردو ہو گیا۔ اردو دراصل ہندوستانی زبان ہے جو فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ [illegible] سترہویں صدی میں کھڑی بولی نے ایک اور صورت اختیار کر لی اور 'ہندوستانی' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اردو ہندی سماجی حالات کے تقاضے اور ہندو مسلم سیلاب کی وجہ سے ایک زبان سے پیدا ہوئی مگر رسم الخط مختلف ہو گیا۔ اور آج حقیقت ہے ہندو اور مسلم قومیت کے مظاہر ہوئی ہیں۔ ہندی سنسکرت عنصر کے اضافہ پر مصر ہے اور اردو فارسی کی طرف [illegible]۔

جب ہندوستان میں سیاسی ہم آہنگی پیدا ہو سکی تو میرے خیال میں ہم آہنگی پیدا کرنا ناممکن نہیں۔ ان دونوں زبانوں کی تاریخ اور خاص [illegible] ہمیں یقین دلاتا ہے کہ اردو اور ہندی کے ارتباط سے ایک قومی زبان پیدا ہو سکتی ہے۔ ان زبانوں کے الفاظ مشترک ہیں مگر رسم الخط میں بنیادی اختلاف ہے۔ مسلمان فارسی رسم الخط ترک کرنے تیار نہیں اور ہندو دیوناگری رسم الخط چھوڑنا نہیں چاہتے اور کانگریس کی یہ کوشش بھی ناکام رہی کہ ہندوستانی دونوں رسم الخط میں لکھی جائے۔

میرا خیال ہے کہ حیدرآباد جس نے اردو کو ترقی دی جو صدیوں سے ہندو مسلم اتحاد کے بے مثال روایات کا حامل رہا اس مسئلہ کے حل میں شاندار حصہ لے گا۔

دوسرا محاذ

از

پروفیسر محمد مجیب

جرمنی سے جنگ کے سبب سے بڑا خطرہ ... اور لڑائی
ختم کرنے کا سب سے موثر طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ جرمنی پر مشرق اور مغرب دونوں طرف سے حملہ کیا جائے۔ جنگ شروع ہوئی تو جرمنوں نے روس سے معاہدہ کر کے مشرق میں محاذ قائم ہونے کے خطرے کی پیش بندی کر لی تھی اور پھر فرانس پر یورش کر کے مغرب کے محاذ کو توڑ دیا۔ فرانس میں شکست کھانے کے بعد انگریزوں کو اس کا اندیشہ تھا کہ جرمنی ان کے ملک پر چڑھائی کرے گا۔ لیکن جرمن صرف ہوائی حملے کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء کے وسط تک جب جرمنی نے روس کے خلاف اعلان جنگ کیا، برطانیہ اس قابل ہو گیا تھا کہ روس کی مدد کرنے کا وعدہ کر سکے۔ اور جب روس کی حالت نازک ہونے لگی تو ان لوگوں نے جو روس کے ہمدرد تھے یا جو سمجھتے تھے کہ برطانیہ حکومت جنگ میں کافی سرگرمی نہیں دکھا رہی ہے، یہ مطالبہ کرنا شروع کیا کہ جرمنی کے خلاف مغربی یورپ میں دوسرا محاذ قائم کیا جائے۔ خود روسی بھی اسے اپنا حق سمجھ کر اس پر اصرار کرنے لگے اور رفتہ رفتہ اتحادیوں کے خلوص اور نیک نیتی کا معیار ہو گیا کہ وہ کتنی جلدی اور کہاں پر جرمنی کے خلاف دوسرا محاذ قائم کرتے ہیں۔ لیکن جرمنی نے شمالی فرانس کے ساحل کی مورچہ بندی کر لی تھی، وہاں فوجیں اتارنے کی کوشش کی جاتی تو اس میں بہت نقصان ہو سکتا تھا۔ اس لئے مسٹر چرچل دوسرے محاذ کے مطالبے کو ٹالتے اور اعتراض کرنے والوں کو یہ سمجھاتے کہ جرمنی پر بمباری کرنا دشمن کو کمزور کرنے اور روس کو مدد پہنچانے کا ایک کارآمد طریقہ ہے۔ ۱۹۴۲ء سے جب ہوائی جہازوں کی کمی نہیں رہی تھی برطانیہ کا ہوائی بیڑا جرمنی کے صنعتی مرکزوں پر مسلسل بمباری کرنے لگا۔ ہامبرگ اور کولون قریب قریب برباد کر دئے گئے اور برلن میں رہنا اتنا خطرناک ہو گیا تھا کہ بہت سے سرکاری دفتر وہاں سے ہٹا لئے گئے۔ ہوائی حملوں کا قوم کے اعصاب پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ لیکن برطانیہ پر جو حملے جرمنی نے کئے ان سے برطانیہ قوم کی ہمت پست نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس اس کا استقلال اور نمایاں ہو گیا۔ معلوم نہیں برطانیہ کے حملوں کا جرمنی کی آبادی پر اس طرح الٹا اثر پڑا یا نہیں۔ بہر حال ہوا سے یا صرف بمباری سے جرمنوں کی ذہنیت کو اس طرح نہیں بدلا جا سکتا ہے کہ دو مغربی کو کوئی فرق محسوس ہو اس محاذ پر بھی جنگ کے لئے قبل کیا جا سکے کہ جرمنی کے صنعتی نظام کو بمباری سے کتنا نقصان پہنچا، مثلاً مغربی اور جنوبی جرمنی کے صنعتی مرکز برطانوی ہوائی جہازوں کی زد میں ہیں اور اگر چہ یہ کہا جاتا ہے کہ مارشل گورنگ کو جرمنی کے ہوائی بیڑے پر اتنا بھروسا تھا کہ بعض یقین تھا کہ جرمنی پر بمباری نہ کی جا سکے گی، صنعتی نظام کے بعض گوشوں ایسے نا عاقبت اندیش نہ ہوں گے کہ ان کارخانوں کو جن میں جنگ کا سامان تیار ہوتا ہے بالکل دشمن کے اختیار میں چھوڑ دیں۔ جرمنی میں سینکڑوں کارخانے برباد ہوں گے یا انہیں برباد کر دینا پڑا ہوگا لیکن ان میں زیادہ تر کارخانے ایسے ہوں گے جن میں جنگ کے آلات بنتے ہیں۔ برطانوی بمبار خاص طور پر ان کارخانوں کی تلاش میں رہتے تھے جن میں آبدوزوں کے انجن اور دوسرے آلات تیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن جرمن آبدوزوں کی تعداد برابر بڑھتی رہی ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ دوسرے کارخانوں کے بارے میں بھی برطانوی بیڑے کے افسران اسی کو یقینی خیال کرتے ہوں کہ کارخانے برباد ہوتے ہیں اور پھر بھی جنگ کے آلات برابر تیار کئے جاتے رہے۔

۱۹۴۲ء کے وسط تک اتحادی ہوائی بمباروں کی تعداد اور ان کی کارگزاری بہت بڑھ گئی اور فوج اور جنگ کا سامان بھی اتنا ہو گیا کہ بڑے بڑے منصوبے پورے کئے جا سکتے تھے۔ برطانیہ میں منتخب سپاہیوں کو ساحل پر اترنے اور مختلف قسم کی رکاوٹوں کو دور کر کے مورچوں پر حملہ کرنے کی خاص طور پر مشق کرائی گئی۔ یہ سپاہی کمانڈو کہلاتے ہیں اور فوج کا ایک الگ اور خود مختار شعبہ بن گئے ہیں۔ ۱۹ اپریل ۱۹۴۲ء کو ایک کمانڈو دستے نے شمالی فرانس کی بندرگاہ بولون کے قریب چھاپا مارا اور کچھ نقصان پہنچا کر واپس آیا۔ اور اگست کو زیادہ تیاری کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ کمانڈو فوج کے اترنے کے لئے بندرگاہ دیپ کا علاقہ منتخب کیا گیا اور اس منصوبے میں بحری اور ہوائی بیڑے سے بڑی مدد لی گئی۔ ابھی اس کمانڈو فوج کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہوئی، اس میں ... برطانوی بیانات نے کارروائی کے بعد کچھ زیادہ سے زیادہ چھپایا اور جرمن بیانات نے اسے بہت بڑا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس میں دس بارہ ہزار آدمی شریک ہوئے اور انگریزوں نے ٹینک بھی بھیجے تھے کیونکہ ٹینکوں کو اتارنے کی مشق کرنا بھی مقصود تھا۔ کمانڈو فوج تین حصوں میں کی گئی تھی اور ہر ایک الگ مقاموں پر اتری۔ بیچ کے دائیں بازو نے چھاؤنی کی توپوں کے ایک مورچے کو برباد کیا اور گولہ بارود کے ذخیرے میں آگ لگا دی۔ دوسرے حصے نے بندرگاہ دیپ میں ٹینکوں کو اتارا اور ایک ریڈیو اسٹیشن، ہوائی جہاز شکن توپوں کے مورچوں کو توڑا۔ لیکن یہاں پورا مقابلہ ہو گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹینکوں کو چھوڑ کر چلے آنا پڑا۔ کمانڈو فوج کا بایاں بازو ساحل کے قریب آتے ہوئے دیکھ لیا گیا۔ جرمن توپوں نے اس پر گولہ باری شروع کر دی اور وہ ساحل تک پہنچ نہیں پایا۔ برطانوی حکومت نے بیان کیا کہ اس حملے کا مقصد دشمن کے دفاعی انتظامات کا امتحان لینا تھا اور اس کے لئے جان بوجھ کر ساحل کا وہ حصہ چنا گیا جس کی دشمن نے خاص اہتمام سے مورچہ بندی کی تھی۔ کمانڈو فوج پروگرام کے مطابق پہنچی اور اپنا کام کر کے اسی وقت واپس چلی آئی جو واپسی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اخباروں اور پارلیمنٹ میں اعتراض اور سوالات کئے گئے تو یہ معلوم ہوا کہ اس مہم کی تیاری میں پانچ مہینے صرف ہوئے اور جو سپاہی بھیجے گئے تھے ان میں سے قریب آدھے کام آ گئے۔ برلن سے جو بیانات شائع ہوئے ان میں کہا گیا کہ برطانیہ نے ایک خاصی فوج اتارنے کی کوشش کی تھی اور اس میں اسے ناکامی اور بہت نقصان ہوا۔ جرمنوں کے نزدیک اس کارروائی کا مقصد سیاسی تھا یعنی ان لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا جو دوسرے محاذ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ فن جنگ کے لحاظ سے اس کی معقولیت ثابت نہیں کی جا سکتی تھی اور یہ محض نمائشی حملہ کا معلوم ہوتا تھا۔ دیپ کی مہم سے اس کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ فرانس کے ساحل پر فوج اتارنے میں بڑی دشواریاں ہیں۔ ورنہ شروع نومبر میں جب اتحادی فوجوں نے شمالی افریقہ میں قدم جمائے تو فرانس پر بھی حملہ کیا جاتا۔ تونس کی فتح کے بعد یورپ میں موقع ... یورپ میں محاذ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اور جنگ وسط نومبر سے روسیوں نے پیش قدمی شروع کر دی تھی، اور اس میں کامیاب ہو رہے تھے، "دوسرے محاذ" کی سیاسی اہمیت کم ہو گئی۔ وسط مئی ۱۹۴۳ء میں اتحادی تونس کی فتح سے فارغ ہو گئے اور اس کے بعد آگے بڑھنے کی تیاری کی جانے لگی۔ پنٹے لاریا اور اس کے دوسرے جزیروں پر قبضہ کیا گیا، اور ۱۰ جولائی کو سسلی میں اتحادی فوجیں اتریں۔ سسلی پر بڑے اطمینان سے پورا قبضہ کر لینے کے بعد اتحادی ... کی مدد ... کر لیا، اتحادی ... سے ... اور اطالوی حکومت کے لئے ہتھیار ڈالے بغیر چارہ نہ رہا۔ ... جرمنوں نے شمالی اور وسطی اطالیہ میں ... میں جنوب کی جانب ... کی ... فوجیں ... کے سپرد ... ہوائی اتحادی فوجیں ... پہنچ ...

گولہ باری اور بمباری کر چکی تھیں۔ اطمینان سے تربیت یافتہ پروگرام کے مطابق مختلف حصوں میں بڑھنے لگیں اور اتحادی فوجیں رنگ برنگی کی آمد ہی معلوم ہوتا تھا اتحادی کا شعار کرتی ہیں اس سے اتحادیوں کا کام بہت آسان ہو گیا تھا ان میں ایک فوج مغرب کی طرف ایک جنوب سسلی ...... کے دہشتی حصے میں بڑھی اور یہ دونوں کو میدان فوجوں قریب صاف طور پر برطانیہ کی آٹھویں فوج کے سپرد کیا گیا فتح کرنے کا منصوبہ کیا گیا تھا۔ اسے سب سے زیادہ سخت دیکھی اور دشمن کا مقابلہ بڑی سے ہوا کہ جرمن سپاہی بھی سے ساتھ تھا۔ شمالی پر اترے کے ایک ہفتہ بعد پکا تہیہ کے میدان میں پہنچی۔ ۲۶ جولائی اور یہاں اس جرمنوں نے کہ وہ ان کا سہارا سے کر شمالی سسلی کے ایک کونے میں اپنا محاذ قائم کیا تھا اور کتانیہ سے وہ اسی وقت ہٹے جب شروع اگست میں اتحادی فوجوں نے شرقی وسطی سسلی پر قبضہ کر کے پوری طاقت سے ان کے محاذ پر حملہ کرنا شروع کیا اور ان کا اندیشہ ہوا کہ کتانیہ میں جو ان کے ساتھی ہیں وہ گھر جائیں گے۔ اس کے بعد جرمن فوجوں کو پسپا ہو کے اور ہر جگہ پر اتحادیوں کو پریشان کر کے کے لئے مسینی کی طرف جانے کے ہر مورچے اور شاید اتحادیوں کو چھوڑتے ہوئے پسپا ہوتے رہے۔ اتحادی وہیں دشمن کو گھیرنے کی کوشش کرتی رہیں مگر اس میں کامیابی نہیں ہو گی۔ ۱۷ اگست کی صبح کے ۸ بجے کے قریب ۳۰ ہزار یا تیس ہزار سسلی کے آخری جرمن سپاہی مسینی پہنچ گئے اور وہاں سے سمندر کی طرف سے بچ نکلیں۔ لیکن وقت جرمن آبنائے مسینا کے مشرقی کنارے پر پہنچ گئے۔ اور وہاں سے ان کی توپیں اتحادیوں پر گولہ باری کرتی رہیں۔

جرمنوں نے اس کا اعتراف کیا کہ اتحادیوں نے پیش قدمی کے لئے میدان منتخب کرنے میں بڑی ہوشیاری سے کام لیا کیونکہ یہ ایسے مقام ایسے تھے جہاں جرمن فوجوں کی حیثیت منفی تھی اور یہاں اس بات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا کہ جرمنوں کے پاس فوجی کارروائیوں کے لئے جگہ بہت کم ہے۔ لڑائی کے آخر تک اور سسلی کی پوری جنگ میں جرمن ہوائی بیڑے کی کمزوری بہت نمایاں رہی اور آخر میں تو وہ لڑائی کو سسلی سے نکل جانا پڑا۔ ایک یہی صورت تھی ہوائی امداد نہ ہونے کی وجہ سے جرمن کہیں بھی مستقل محاذ قائم نہ کر سکے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ جب یہ بات واضح تھی اور جرمن بغیر ہوائی امداد کے کسی طرح نہیں لڑ سکتے تھے تو اتحادیوں نے سسلی میں اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ اتحادیوں کو سسلی کی لڑائی کا نتیجہ یہ ملا کہ وہ اٹلی پر حملہ کر سکیں اور جرمنوں کو نقصان پہنچایا۔ ان جو سیاسی انقلاب ہوا وہ بھی قابل ذکر ہے کہ اٹلی میں جنگ کی حمایت ہٹ گئی اور جرمنوں کو اپنے مقاصد کی تکمیل نہ کر سکے سسلی کی فتح کا ایک اثر اٹلی پر یہ بھی ہوا کہ انہوں نے جرمنوں کو ان کا موقع دیا

کو تمام اٹلی میں فوجیں جمع کرلیں اور اٹلی کے دفاع کے لئے جو سپاہی بھی بہتر کی جا سکتی تھی اس کے لئے تیار ہو جائیں۔ ۱۵ جولائی کو سینور مسولینی اور ہر ہٹلر کی ملاقات ہوئی تھی جس میں سینور مسولینی نے جرمنی سے مزید امداد کا مطالبہ کیا اور ہٹلر نے اس سے انکار کر دیا۔ اس ملاقات کے بعد فورٹ فاشسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں بحث کی گئی اور کمیٹی میں سینور مسولینی کی ایسی مخالفت کی گئی کہ ان کا برسر اقتدار رہنا ناممکن ہو گیا۔ ۲۵ جولائی کو اٹلی کے بادشاہ وکٹر عمانوئیل نے ان کو بلا کر اطلاع دی کہ ان کی جگہ مارشل بدلیو وزیر اعظم مقرر کئے گئے ہیں۔ ادھر محل سے نکلتے ہی سینور مسولینی گرفتار کر لئے گئے۔ مارشل بدلیو سینور مسولینی کے پرانے مخالف تھے۔ اور انہوں نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ اتحادیوں سے جتنی جلد ہی ممکن ہو صلح کر لیں۔ لیکن اٹلی پر جرمنی کا تسلط ایسا تھا کہ مارشل بدلیو اپنے ارادے چھپانے پر مجبور تھے۔ انہوں نے شروع میں بظاہر کیا کہ اٹلی بدستور جنگ جاری رکھے گا۔ مگر خفیہ طور پر اتحادیوں سے گفتگو شروع کر دی۔ اور آخر اگست میں رومانی کی شرائط طے کر لیں۔ بعد کو ہر ہٹلر نے مارشل بدلیو پر الزام لگایا کہ انہوں نے جرمنی کو دغا نہیں دی بلکہ اتحادیوں سے بہتر سودا کرنے کے لئے جرمن فوجوں کو ہٹانے کی بھی کوشش کی۔ بہر حال اس کا مارشل بدلیو نے اتحادیوں سے وعدہ کیا تھا کہ سینور مسولینی کو ان کے حوالے کریں گے۔ لڑائی بند کرنے کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس کا اعلان اس وقت کیا جائے جب اتحادی سپہ سالار جنرل آئزن ہاور مناسب سمجھیں۔ ۳ ستمبر کو برطانیہ کی آٹھویں فوج آبنائے مسینا کو پار کر کے اٹلی کے ساحل پر اتری اور اسی روز یہ معاہدہ کر لیا گیا۔ جیسے ہی آرمسٹس کا اعلان ہوا اتحادی فوجیں مختلف مقاموں پر حملہ کریں۔ ۹ ستمبر کو معلوم ہوا کہ اٹلی نے لڑائی بند کر دی ہے اور اسی روز امریکہ کی پانچویں فوج نے نیپلز کے جنوب میں سالرنو کے قریب ساحل پر قدم جما لئے اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ اٹلی کی چار بندرگاہوں پر اتحادی فوجیں اتری ہیں۔ بڑی شمالی فرانس کے ساحل پر فوجیں اتارنے کی کوشش کی لیکن اس سارے اہتمام کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ ہر ہٹلر نے آرمسٹس کی خبر سنتے ہی فوراً رومل کو شمالی اٹلی کی جرمن فوجوں کا سپہ سالار مقرر کیا۔ مارشل کسلرنگ کو وسطی اور جنوبی اٹلی کی فوجوں کا اور یہ دونوں ملا کر مشورے سے کام کریں گے مشورے میں بھی دیر نہیں کی جرمنوں نے شمالی اور وسطی اٹلی میں حکومت کا انتظام قرار دے کر اپنی پولیس وہاں قائم کر دی۔ روم پر قبضہ کر لیا اور سالرنو پر امریکی فوج کے جرمن ہوائی حملوں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ وہ سمندر میں اترنے کو رہ بچی۔ اسی سلسلے میں جرمن سپاہی اچانک اس جزیرے پر جا اترے جہاں سینور مسولینی قید تھے اور ان

پڑے اور انہیں پوری صفائی سے نکال لے گئے۔ سینور مسولینی نے آزاد ہوتے ہی ری پبلکن کے تمام فاشسٹوں اور جرمنوں کے دوش بدوش لڑنے کی ہدایت دی۔ اور اس طرح یہ سمجھنا چاہئے کہ جرمنی اپنی غرض کے لئے انہیں فاشسٹ اور جمہوریت کی غرض سے لڑ سب ہیں۔ آرمسٹس کی بدولت جس انقلاب کی امید تھی وہ تو نہیں ہوا۔ اور شاید ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن اٹلی کے بیشتر جنگی جہاز اتحادیوں کو مل گئے۔ جرمنوں کو سارڈینیا کا جزیرہ خالی کرنا پڑا اور اس کے علاوہ بحیرۂ یونان میں چند جزیروں پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت تک لڑائی کی جو شکل رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اتحادی تدریجاً آگے بڑھیں گے جرمن ان کی پیش قدمی کی رفتار کو جہاں تک ممکن ہوسکے گا دھیما کرتے رہیں گے اور شمالی اٹلی اس مقابلہ کا میدان ہوگا۔ یہ سمجھا جانے لگا کہ جنوبی یورپ میں دوسرا محاذ قائم ہوا ہے۔ لیکن اتحادیوں نے کیوبک کانفرنس میں جاپان کے خلاف بڑے پیمانہ پر جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اب جرمنی کی پیش قدمی کا کوئی اندیشہ نہیں رہا ہے اور بحیرۂ روم کی شاہراہ خطرے میں نہیں ہے تو کوئی سبب نہیں کہ اتحادی جنوب مشرقی ایشیا کی طرف زیادہ توجہ کریں اور یورپ میں لڑائی اطمینان سے ہوتی رہے۔

(جامعہ)

نوٹس

عازی طرشانی مقدمہ فوجداری عدالت منصفی متعلقہ ...

نمبر مقدمہ ... سنہ ...

باجلاس ... ڈاکٹر محمد شفیع بیاد مرادیہ ...

مجسٹریٹ

سنگاسکتہ ... فریق اول

دعوے

بنام

کاچم مانیہ سنگتہ ... بیوپیٹھ طرشانی

بنام کاچم مانیہ سنگتہ ولد بیوپیا قوم ... عمر ۲۵ پیشہ ... ساکن ... متعلقہ اندول

یہ مقدمہ میں منجانب فریق اول درخواست دائر کی گئی ہے ... سے ... دو تعمیل نوٹس ... تعمیل نوٹس سے گریز کرتے ہیں ... بذریعہ ... مشتہر کیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ... ماہ ... وقت ... ساعت صبح مقام ... حاضر عدالت ہو کر جواب دہی کرنا ورنہ حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی۔

(منتظم عدالت)

اورنگ آباد میں تعمیری سرگرمیاں

ضلع اورنگ آباد کا رقبہ تقریباً ۶۲۰۰ مربع میل ہے جس میں سے ۲۳۳۰۰۰۰ ایکڑ کے قریب اراضی زیر کاشت ہے۔ اس ضلع میں آبی کاشت بہت کم ہوتی ہے۔ فصل خریف میں کپاس، باجرہ، اڑد، مونگ، تور، مونگ پھلی، السی اور تل کی کاشت ہوتی ہے اور ربیع میں گیہوں، جوار، چنا اور السی کی کاشت کی جاتی ہے۔ ۱۳۵۲ف میں ۱۰۲۳۳۲۷ ایکڑ اراضی فصل خریف کے زیر کاشت تھی لیکن اس سال یہ رقبہ اضافہ ہو کر ۱۰۳۵۵۲۲ ایکڑ ہو گیا ہے۔ شروع موسم میں بارش کم ہونے کی وجہ سے مونگ اور اڑد کی فصل خراب ہو گئی تھی لیکن حالیہ بارش کی وجہ سے کپاس، مونگ پھلی اور باجرہ کی فصل کو فائدہ ہوا اور گیہوں، جوار اور چنا کی بہتر فصل ہونے کی بھی توقع ہو گئی ہے۔

گزشتہ سال اشیاء خوردنی کی فصل اچھی ہوئی تھی اس لئے اس سال تمام ضلع میں غلہ کی قلت نہیں ہوئی۔ آجکل باجرہ کی فصل کاٹی جا رہی ہے اور اس کی قوی امید ہے کہ مستقبل قریب میں غلہ کی کمی کا سوال پیدا نہ ہوگا۔ تمام اشیائے خوردنی کی قیمتیں کافی گھٹی ہوئی ہیں چنانچہ بعض اشیاء کی موجودہ قیمتیں حسب ذیل ہیں۔

چاول	۴۰ تا ۵۲	روپیہ	فی پلہ
گیہوں	۴۸ تا ۵۰	"	"
جوار	۳۵ تا ۳۸	"	"
باجرہ	۲۹ تا ۳۲	"	"
چنا	۳۷ تا ۴۰	"	"
مونگ	۳۳ تا ۳۵	"	"
تور	۲۶ تا ۳۰	"	"

زیادہ غلہ اگانے کی مہم کے تحت ۱۳۵۲ف میں مزید ۶۰۰۰۰ ایکڑ اراضی زیر کاشت لائی گئی۔ اس سال سررشتہ زراعت نے ۲۶۸۷۰ روپے مالیت کے گیہوں تخم ریزی کے لئے بطور تقاوی تقسیم کئے۔

کاشتکاروں کی امداد کے خیال سے گزشتہ سال باغات کی پیداوار کی مالگزاری میں تقریباً دو لاکھ روپیہ کی معافی منظور کی گئی تھی اور زیادہ غلہ اگانے کی مہم کے تحت جو رقمی رعایتیں منظور کی گئیں ان کی مجموعی مقدار ۵۰۰۰۰ روپے ہے۔

ضلع اورنگ آباد کے ہر ایک تعلقہ کے دو مواضع تنظیم دیہی کے مرکز بنانے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں اور ان مرکزوں میں ترقی دیہی سے متعلق تمام سرگرمیوں پر عملی توجہ کی جا رہی ہے۔

قانون انتقال اراضی نافذ ہو جانے کی وجہ سے ۲۹۳۰۴ روپے مالگزاری والی زرعی اراضیات ساہوکاروں کے قبضہ سے نکل کر ان کے مالکوں کو واپس دلائی گئیں۔ اورنگ آباد کی مجلس مفاہمت قرضہ نے بھی جملہ ۱۳۵۰۰۰ روپے متعلقہ رقموں والے مقدمات کا تصفیہ کیا۔

شہر اورنگ آباد کے لئے ملیریا کے انسداد کی ایک اسکیم منظور کی گئی جو دو سال کی مدت پر مشتمل ہوگی اور جس کے سالانہ مصارف ۳۰۰۰۰ روپے ہیں۔ یہ اسکیم خورداد ۱۳۵۲ف میں جاری کی جا چکی ہے اور اس سے خوشگوار نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ جالنہ میں بھی ملیریا کے انسداد کی ایک اسکیم منظور کی گئی ہے۔

اورنگ آباد کے صدر شفاخانہ میں ایسے مریضوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے جن کا علاج جراحی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اب ۱۲۰۰۰ روپیہ کے مصارف سے عمل جراحی کا ایک نیا شعبہ قائم کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ سال شفاخانوں میں ۲۴۰ زچگیاں ہوئی تھیں۔ صدر شفاخانہ میں ۵۰۰۰ روپے کے مصارف سے ایکسرے کا آلہ نصب کیا گیا ہے جو عوام کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

میوے کی کاشت کو ترقی دینے کے لئے سررشتہ زراعت نے سنترے اور موسمی کے ۱۰۰۰۰ پودے تقسیم کئے اور اس ضلع میں کاشت کے لئے ۵-۱۱ اقسام کے سنتروں کے متعلق تجربے بھی کئے جا رہے ہیں۔ مختلف قسم کی ترکاریاں کاشت کرنے کی ایک اسکیم بھی زیر غور ہے۔

مختلف شہروں اور دیہوں کے مدرسوں کے علاوہ اورنگ آباد میں ایک انٹرمیڈیٹ کالج بھی ہے جس میں فوقانیہ اور وسطانیہ کی جماعتیں بھی موجود ہیں۔ اس کالج میں زیر تعلیم طلبہ کی مجموعی تعداد ۱۲۲۲ ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شعبہ کالج	۳۰۶
شعبہ فوقانیہ	۲۷۹
شعبہ وسطانیہ	۶۳۷

اس کالج سے متعلق تین اقامت خانے بھی ہیں جن میں ایک سو سے زیادہ طلبا رہتے ہیں۔ جامع مسجد کے اقامت خانہ میں ایسے طلبا کے رہنے کا انتظام کیا جاتا ہے جو دوسرے اقامت خانوں کے مصارف ادا نہیں کر سکتے۔ متعلمین کے لئے جسمانی ورزش لازمی قرار دی گئی ہے اور وہ ہر صبح ایک تربیت یافتہ استاد کی نگرانی میں ورزش کرتے ہیں۔ مختلف کھیلوں کے مقابلوں میں بھی اورنگ آباد کالج اپنی پرانی شہرت برقرار رکھے ہوئے ہے۔

اورنگ آباد میں ایک مدرسہ نسواں بھی ہے جہاں ۴۷۵ طالبات زیر تعلیم ہیں۔ عثمانیہ میٹرک کے امتحان میں اس اسکول کی لڑکیاں سب سے پہلے ۱۳۴۲ف میں شریک ہوئی تھیں۔ اب تک ۳۰ لڑکیاں میٹرک کامیاب کر چکی ہیں۔ ان میں سے ۱۵ لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم جاری رکھی اور ۵ لڑکیاں اورنگ آباد کے مدرسوں میں استانیاں مقرر کی گئیں۔ تعلیمی مصروفیات کے علاوہ اس مدرسہ کی طالبات زائد از نصاب سرگرمیوں سے بھی دلچسپی لیتی ہیں۔ چنانچہ بلیو برڈس کا ایک دستہ اور گرل گائیڈز کے دو دستے بھی قائم کئے گئے ہیں۔

غیر مہر زدہ پارچہ سربمہر کیا جا رہا ہے

حیدرآباد ۲۹ بہمن۔ حکومت سرکار عالی کی جانب سے ڈپٹی ٹکسٹائل کمشنر اور ان کے عملہ نے کل شہر کی اور سدی عنبر بازار کے چیدہ اور معروف پارچہ فروشوں کی تقریباً (۳۰) دکانوں کا معائنہ کیا تاکہ ہندوستانی کارخانوں کے بنے ہوئے پارچے کو جو ستنی انہیں قرار دیا گیا ہے اور جو غیر مہر زدہ ہے دوسرے اقسام کے پارچہ جات سے علحدہ کر کے سربمہر کر دیا جائے اور حکومت کی جانب سے جب اس کی قیمت کا تعین ہو جائے تب وہ بازار میں فروخت ہو۔ چونکہ اس کام کا تکملہ بعجلت ممکنہ ہونا تھا اس لئے ڈپٹی ٹکسٹائل کمشنر نے کل صبح دس بجے سے چار بجے شام تک تقریباً (۱۲۰) دکانوں کے غیر ستنی پارچہ کو سربمہر کیا۔ پارچہ فروشوں کی انجمن نے اس بارے میں حکومت کے ساتھ پورا تعاون عمل رکھا۔ چنانچہ انجمن کی کمیٹی کے اراکین نے پہلے ہی سے اپنی نگرانی میں ہر دکان پر غیر ستنی پارچہ کو دیگر اقسام سے علحدہ کر رکھا تھا نیز مسٹر پورن چند، مسٹر کرن داس اور مسٹر اسماعیل نے دن بھر ڈپٹی ٹکسٹائل کمشنر کے ساتھ رہ کر ان کے کام میں بڑی سہولت پیدا کی۔ یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ بلدہ میں پارچہ فروشوں کی مجموعی تعداد ۳۰۰ سے کچھ زیادہ ہے اور جو دکانیں کل باقی رہ گئی تھیں ان کے اسٹاک کا معائنہ آج سے کل تک ختم کر دیا جائے گا۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمام پارچہ جو سربمہر کر کے محفوظ کر دیا گیا ہے اس کی قیمتوں کا تعین تقریباً اس شرح پر کیا جائے گا جو حال میں حکومت نے مقرر کی ہے۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ تعین قیمت کا کام مسٹر دالوین جو اس کام میں کافی مہارت رکھتے ہیں انجام دیں گے۔ [illegible] کل تقریباً ۲۰۰ دکانوں کے معائنہ کے وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دکانوں کے موجودہ ذخائر میں تقریباً ۶۰ فی صدی ذخیرہ دستی پارچہ بافی کا ہے اور اس میں ملکی پارچہ کی بھی

قلت و گرانی اجناس کے اسباب

(بسلسلہ صفحہ (۱۲))

انہیں ان کی روزانہ غذائی اور دوسری ضروریات قابل خرید قیمتوں پر فراہم کی جائیں گی۔

بیوپاری ایسے بیوپاریوں کو جو ناجائز ذخیرہ بازی ناجائز برآمد یا چور بازار کے دھندے سے پرہیز کرتے ہیں۔ مناسب منافع کے مواقع فراہم کر دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے تعاون کی وجہ سے ایک طرف انہیں پبلک کی خیر سگالی حاصل رہے گی تو دوسری طرف حکومت ان کے کام کی قدر کرے گی اس سے ظاہر ہے کہ حکومت کی غذائی حکمت عملی تو کاشت کار کو کوئی نقصان پہونچیگا نہ صارف کو اور نہ ایماندار بیوپاری کو۔ پھر کون نقصان میں رہے گا

صرف ذخیرہ باز ناجائز درآمد برآمد کرنے والے چور بازار کا دھندہ کرنے والے اور ذخیرہ دار جو حکومت سے مال چھپائیں اور اسے مناسب داموں فروخت کرنے سے انکار کریں۔

حکومت جس پر بیوپار میں دخل دینے کا الزام عائد ہوتا ہے۔

کوئی معقول آدمی اول الذکر سے ہمدردی نہیں رکھ سکتا جن کی سرگرمیات سے سماج کو نقصان پہونچتا ہے۔ برخلاف اسکے کے تمام منصف مزاج اشخاص حکومت کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں گے اس لئے حکومت نے اکثریت کے بہترین فائدے کیلئے یہ بھاری اور ناخوشگوار فرائض اپنے ذمہ لے لئے ہیں۔

دھوکہ بازی مندرجہ بالا واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت کی حکمت عملی سے اختلافات کی آواز صرف ذخیرہ بازوں ناجائز برآمد کرنے والوں چور بازاروں نفع اندوزوں اور مال چھپانے والوں کی طرف سے بلند ہوگی۔ یہ ایسے مجرمین ہیں جو اجناس کو عوام تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ اس وقت عام طور پر سمجھ لینا چاہئیے کہ یقینی طور پر حکومت کی غذائی حکمت عملی کے خلاف اعتراض اپنے ہی سماجی مجرموں کی طرف سے ہوگا اور یہ اپنی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو کاشت کار صارفین اور دیانتدار تاجروں کا ہمدرد کے روپ میں پیش کرتے ہوئے حکومت سے اختلاف کریں گے۔ عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے اختلافات واعتراض کو کتنی اہمیت دی جائے۔

اخبار مملکت ملنے کے پتے

احمدیہ پریس چارمینار حیدرآباد دکن
مکتبہ ابراہیمیہ عابد روڈ حیدرآباد دکن
دکن بک ڈپو عابد روڈ حیدرآباد دکن

ایجنٹ اخبار

سید محمد مختار معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد دکن

اشتہار حاضری مدعی الیہ مجریہ عدالت دیوانی بلدہ

اجلاس نظامت سوم صیغہ ابتدائی

دعویٰ

معروف بی مدعیہ

استقرار حق

بنام

محمود عبدالولی وغیرہ مدعا علیہم

بنام تحمل ولد چوبرداس قوم مارواڑی عمر ۴۵ سال نابالغ باولایت مادر حقیقی مسماۃ گلاب کنور بائی زوجہ چوبرداس عمر ۴۰ سال پیشہ خانہ داری ساکن شمس الامرا مقدمہ رقم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تمہارے نام عدالت ہذا سے متعدد مرتبہ سمن بغرض جواب دہی مقدمہ اجرا کئے گئے لیکن تمہارے ذات پر سمن کی تعمیل نہ ہونے سے حسب استدعا وکیل صاحب مدعی اشتہار ہذا سے نام اشتہار حاضری جاری کیا جاتا ہے کہ تم تاریخ ۱۰ اسفندار ۱۳۵۲ ف بوقت ۱۱ بجے دن اصالتاً یا وکالتاً حاضر اجلاس ہو کر مقدمہ ہذا کی پیروی وجواب دہی کریں ورنہ کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی۔
آج بتاریخ ۱۳۵۲ ف میری دستخط اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

مشرح دستخط منتظم — دستخط منیفہ دار

اخبار مملکت
کے ملنے کا پتہ احمدیہ پریس چارمینار حیدرآباد

تاج محل

ہیر ڈریسنگ سیلون

لیڈیز اینڈ جنٹس

روبرے دواخانہ ڈاکٹر کرونسکر ترپ بازار

فون نمبر ۳۲۰

خزانہ عامرہ کی موڑ پر

بنارسی مال

کا مخزن

رام بخش جے چند۔ (لاڈ بازار)

بیوپاریوں اور آڈر پر سپلائی کرنے والا

سررشتہ معلومات عامہ سرکار عالی

کی چند اہم مطبوعات

منتخب پریس نوٹ :۔ اور علاحدہ اس مجموعہ میں (۱) سیاسی اور انتظامی میں (۲) معاشرتی فلاح و بہبود (۳) معاشی مسائل کے متعلق ایسے منتخب پریس نوٹ اور اعلانات پیش کئے گئے ہیں جو قومی تاریخ سے متعلق ہیں اور ساتھ ہی ملک و پبلک کے اہم مسائل پر حکومت کے مسلک پر روشنی پڑتی ہے کاغذ و طباعت اعلیٰ قیمت (عہ) انگریزی ایڈیشن (۱ روپیہ)

عثمانیہ یونیورسٹی :۔ انگریزی و اردو ایڈیشن جامعہ عثمانیہ کا مفصل با تصویر تذکرہ اور ایک مغربی فاضل کے تاثرات قیمت۔ (عسہ)

سٹیٹ اپڈیٹس :۔ آف حیدرآباد انگریزی مملکت حیدرآباد کے کل اجمالی با تصویر حالات کا مستند مجموعہ بطور گائڈ کے نہایت مفید ہے۔ قیمت (عہ)

نیز دو۔ دیگر علمی و ادبی ضروریات کے لئے مکتبہ کی خدمات ہمیشہ پیش نظر رکھئے۔

مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

قائم شدہ ۱۸۸۶ء

سید عبد الرزاق اینڈ کمپنی

کیمسٹ خاص اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

شاخیں		صدر دفتر
آکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد	عابد روڈ	چارکمان حیدرآباد دکن
فون نمبر ۲۵	فون نمبر ۲۷۱	فون نمبر ۲۰۱

پارچہ جات

ایف۔ ڈی۔ خان اینڈ کمپنی

محی الدین بلڈنگ حیدرآباد دکن — فون نمبر ۲۸۴۶

مہاراجہ وجیتبل ہیر آئیل

خلاف تعریف یافتہ

بالوں کو بڑھاتا ہے سفیدی کو روکتا ہے

دماغ کو قوت آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے

اور فرحت بخشتا ہے

قیمت فی شیشی (عہ)

بھگوان اینڈ کمپنی گلزار حوض حیدرآباد

عزیز

برادران

تاجران غلہ

نظام شاہی روڈ

حیدرآباد دکن

مطبوعہ پریس میں چھپ کر باہتمام ... سے شائع ہوا۔